باب 9

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

کراماتِ نظیریہ

غوث المعظم رہبر اعظم طریقت نسبت رسولی ﷺ

اعلیٰ حضرت الحاج پیر **نظیر احمد** رحمتہ اللہ علیہ

المعروف بہ سرکار موہڑویؒ

دربارِ عالیہ موہڑہ شریف۔ تحصیل مری۔ ضلع راولپنڈی

پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

1	اہل سنت والجماعت کا عقیدہ	599	13	حراست میں نہ لے سکے	606
	غوث المعظمؒ کی چند حسّی کرامات		14	موہڑہ شریف جاؤ	606
2	کالج میں داخلہ	600	15	بطراز عزم	607
3	تمنا پوری ہوئی	600	16	ولیوں کا بادشاہ	608
4	دل کا مرض دور ہوا	601	17	خدا کے ملازم	608
5	سربراہ تمہارا آفسر نہیں	601		غوث المعظمؒ کی چند عقلی کرامات	
6	سب نے سیر ہو کر کھایا	602	18	بیسویں صدی اور مسلمان	609
7	دَرد دُور ہوا	602	19	احیائے طریقت نسبت رسولیﷺ	613
8	فیصلہ حق میں ہوا	603	20	دلوں پر حکومت	615
9	قومی ترانہ منتخب ہوا	603	21	مجالس قرآن خوانی	615
10	انجن چلتا رہا	603	22	کتاب ہذا	615
11	زنجیریں ٹوٹ گئیں	604	23	اورادِ نظیریہ	615
12	حسرت ناک انجام	605	24	حیات ہارونی	616

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

جملہ علمائے اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں اور ولی اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی ممکن حد تک معرفت رکھے، پابندی سے عبادات ادا کرے، معاصی سے پرہیز کرے، لذتوں اور شہوات سے گریز کرے اور مخلوق خدا کی خدمت محض رضائے الٰہی کے لئے بجالائے۔

فرمایا: اولیاء اللہ کی کرامت حق اور فرع ہیں معجزہ کی۔ معجزہ نبی کا خاصہ ہے اور کرامت اولیاء اللہ کا خاصہ ہے۔ کرامتِ اولیاء کا منکر، معجزہ کا منکر ہے اور معجزہ کا منکر رسولِ خدا ﷺ کا اور قرآن کریم کا منکر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش، حضرت مریمؑ کے پاس بے موسمی پھل کی موجودگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کے ملکہ بلقیس کے تخت کو ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلے سے فوری طور پر حاضر کرنے کے واقعات کا ذکر موجود ہے۔

کرامت پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے اور معجزہ ظاہر کرنے کی چیز ہے۔ اولیاء اللہ کرامت کو چھپاتے ہیں۔

اگر کسی کافر، فاسق اور جادوگر سے کوئی امر خارق عادت صادر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ کرامت اور استدراج میں فرق کرنے والی چیز شریعت ہے کیونکہ شریعت کا باغی ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔

ولایت چونکہ نبوت سے مستفاد ہوتی ہے اس لئے ولی کی کرامت بھی نبی کے معجزے کا ظلّ ہوتی ہے۔ جس طرح معجزے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک حسّی اور دوسرے عقلی۔ **''حسّی''** وہ جو انسان کو فوراً محسوس ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، لوہے کا ہاتھ میں لیتے ہی موم بن جانا وغیرہ۔ **''عقلی''** وہ جو دیرپا ہو۔ مثلاً قرآن کریم کہ یہ قیامت تک باقی رہنے والا زندۂ جاوید معجزہ ہے۔

نبی کے معجزے کی طرح کرامت بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک حسّی اور دوسری عقلی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے بعض اولیاء کو دونوں قسم کی کرامتیں (حسّی اور عقلی) عطا فرماتا ہے۔ ان کے ذریعے لاکھوں گم کردہ راہ ہدایت پاتے ہیں، کافر مسلمان ہوتے ہیں اور تقویٰ اور پارسائی کی اعلیٰ منزلیں طے کرتے ہیں۔

راقم الحروف نے جب اعلیٰ حضرتؒ کی حسّی کرامات کا اندازہ کرنے کی کوشش کی تو احساس ہوا کہ آپ کی کرامات کا اندازہ ممکن نہیں۔ یوں محسوس ہوا جیسے ایک بڑا دریا جوشِ طغیانی پر ہے اور اس پر لاتعداد لہریں اٹھ رہی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص ان لہروں کا شمار کر سکے۔ کئی حسیّ کرامات کا ذکر تو اعلیٰ حضرتؒ کی سوانح حیات، مکتوبات اور ملفوظات میں موجود ہے۔ حقیقت میں آپ کی ساری زندگی ہی کرامت ہے۔

راقم الحروف کا مشاہدہ ہے کہ سال بھر میں عام ایام میں روزانہ دو تین سو ارادت مند حاضر ہوا کرتے تھے اور کم وبیش ہر ایک اپنی اپنی الجھن اور مصیبت لیکر حاضر ہوتا مگر اعلیٰ حضرتؒ کی ملاقات کے بعد ہر ایک مطمئن نظر آتا۔ بیشتر لوگوں کے معاملات ان کی مرضی کے مطابق حل ہو جاتے اور بقیہ کے معاملات کی شدت میں کمی ہو جاتی۔ اسی طرح ہر سال دو مرتبہ عرس شریف کے موقع پر ہزار ہا وابستگانِ دامن حاضر ہوتے اور اپنی اپنی تمناؤں میں وہ فیض یاب ہوتے اوران کے لاینحل مسائل حل ہو جاتے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

غوث المعظمؒ کی چند حسّی کرامات

اعلیٰ حضرتؒ کی چند **حسّی کرامات** بطور نمونہ حیطۂ تحریر میں لائی جاتی ہیں۔

کالج میں داخلہ

میجر محمد خان صاحب جو اعلیٰ حضرتؒ کے دیرینہ خادم تھے اور 1948ء سے باقاعدہ حاضر ہوتے رہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان کے بڑے بیٹے محمد اعظم نے پشاور یونیورسٹی سے B.Sc. کا امتحان دیا مگر ان کا نتیجہ نکلنے میں کافی دیر ہوگئی۔ دریں اثناء پنجاب اور فرنٹیر کے تمام میڈیکل کالجوں میں داخلے بند ہو گئے۔ کیونکہ وہ میڈیکل کالج میں داخل ہونا چاہتے تھے اس لئے مایوسی ہوئی۔ اُن دنوں میجر محمد خان صاحب ڈھاکہ میں فوجی خدمات بجا لا رہے تھے۔ بیٹے نے انہیں اطلاع دی۔ انہوں نے جواباً لکھا کہ وہ جلد موہڑہ شریف اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور اپنی عرض پیش کرے۔ حضورؒ نے اس کی گزارش سنی اور فرمایا کہ تم بتاؤ کہ کیا بننا چاہتے ہو۔ ان کے بیٹے نے عرض کیا کہ حضور! میری تمنا تو ڈاکٹر بننے کی ہے مگر اب تو تمام داخلے بند ہو چکے ہیں۔ تو فرمایا تم ڈاکٹر ہی بنو گے۔

چونکہ پنجاب اور سرحد میں تمام داخلے مکمل ہو چکے تھے میجر صاحب نے ڈھاکہ میڈیکل کالج میں درخواست دے دی۔ انہوں نے بتایا کہ ویسٹ پاکستان کے لئے صرف پانچ سیٹیں تھیں جو ہم نے الاٹ کر دی ہیں اگر اُن میں سے کوئی امیدوار نہ آئے تو اس سیٹ پر آپ کے بیٹے کو داخلہ مل سکے گا۔ چنانچہ ویسٹ پاکستان سے ایک طالب علم وہاں نہ گیا تو ان کے بیٹے کو M.B.B.S میں داخلہ مل گیا۔ وہیں سے وہ ڈاکٹر بنا۔ بعد میں فوجی ملازمت اختیار کی اور کئی سال کی شاندار خدمات کے بعد کرنل کمانڈنٹ کے عہدے سے ریٹائر ہوا۔

تمنا پوری ہوئی

کرنل سکندر خان صاحب جو A.E.C (Army Education Corps) میں کام کر رہے تھے ان دنوں اپر ٹوپہ میں آرمی ایجوکیشن سکول کے کمانڈنٹ تھے۔ ان کا ڈائریکٹر کرنل جعفری راولپنڈی G.H.Q میں تھا جو ان سے لاگت بازی رکھتا تھا۔ وہ ان دنوں ایبٹ آباد دورے پر گیا ہوا تھا اور وہاں سے اس نے ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ اگلے دن صبح وہ آرمی سکول کی Inspection کرنا چاہتا ہے۔ کرنل سکندر جو اعلیٰ حضرتؒ کے ایک ممتاز خادم تھے وہ حاضر خدمت ہوئے کہ میں چاہتا ہوں کہ کرنل جعفری ان دنوں مری نہ آئے میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔ فرمایا جاؤ وہ نہیں آئے گا۔ اسی رات ایک بہت بڑا پتھر پہاڑی پر سے لڑھکا اور نتھیا گلی سڑک پر آ کر رک گیا۔ جس سے سڑک مکمل طور پر بند ہو گئی اور کرنل جعفری مری نہ پہنچ سکا۔ کرنل سکندر کی تمنا پوری ہو گئی۔

دل کا مرض دور ہوا

شمس الخلفا جناب ڈاکٹر سلیمی صاحب کا چھوٹا بیٹا انعام باری سلیمی جو راقم الحروف کا برادرِ نسبتی تھا بہت بیمار ہو گیا۔ ہر قسم کے علاج کئے گئے۔ قلبی امراض کے ماہر لاہور کے مشہور ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے تشخیص کیا کہ وہ دل کا مریض ہے اور اسی کے مطابق علاج شروع کر دیا۔ انہی دنوں ماہِ جون کے عرس شریف کی تیاری تھی۔ جناب ڈاکٹر سلیمی صاحب نے فیصلہ کیا کہ انعام باری کو اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ ہم اسے موہڑہ شریف لے آئے۔ وہ اتنا بیمار تھا کہ اپنا پاؤں بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بڑی مشکل سے ہم اسے لے کر یہاں پہنچے۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے ساری کیفیت بیان کی۔ اعلیٰ حضرتؒ نے اپنی دونوں انگشت مبارک انعام باری کے قلب پر رکھیں اور فرمایا کہ ان کا قلب تو بالکل صحیح ہے۔ ڈاکٹر پیرزادہ تو خود دل کا مریض ہے۔ چنانچہ انعام باری دو روز کے بعد صحت یاب ہو گیا۔ کوئی دوائی وغیرہ نہیں دی گئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر پیرزادہ صاحب دل کے دورے سے فوت ہو گئے ہیں۔

سربراہ تمہارا افسر نہیں تم اس کے آفسر ہو

1956ء کا واقعہ ہے کہ جب راقم الحروف لاہور میں کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس متعین تھا۔ ان دنوں میرے محکمہ کے سربراہ (ملٹری اکاؤنٹنٹ جنرل) چند غیر ضروری باتوں کی وجہ سے میرے خلاف ہو گئے۔ انہوں نے کوشش کی کہ راقم الحروف کو ذہنی اور مالی نقصان پہنچا کر کراچی ملٹری فائنس ڈویژن میں پوسٹ کروا دیا جائے۔ خبر تھی کہ محکمانہ احکام بھی جاری ہو گئے ہیں۔ انہی ایام میں موہڑہ شریف حاضری ہوئی۔ اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں عرض گزاری گئی اور حالات بیان کئے کہ یہ احکام محض ملٹری اکاؤنٹنٹ جنرل صاحب کی ذاتی رنجش اور ضد کے باعث جاری ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا کہ تمہارا سربراہ تمہارا آفسر نہیں ہے بلکہ آپ اُس کے آفسر ہیں جیسا آپ چاہیں گے ویسا ہی ہو گا اور جیسا وہ چاہے گا ہرگز ویسا نہیں ہوگا۔ اگر آپ لاہور رہنا چاہتے ہیں تو جائیں آپ لاہور میں ہی رہیں گے۔

جیسا فرمان جاری ہوا ویسا ہی ہوا اور وہ متوقع احکام منسوخ ہو گئے۔ چنانچہ مزید تین سال کے لئے میں لاہور ہی میں سروس کرتا رہا۔ اس واقعہ کے دو ماہ بعد راقم الحروف کے سربراہ کو خود محکمہ سے فارغ کر کے O.S.D. کراچی میں بٹھا دیا گیا اور ایک سال کے بعد سروس سے بھی ریٹائر کر دیا گیا۔

سب نے سیر ہو کر کھایا

میجر مرتضےٰ خان نے بیان کیا کہ وہ 1958ء میں اعلیٰ حضرتؒ کی سربراہی میں حج بیت اللہ پر بمع بیگم صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ گئے۔ 10 ذی الحج کو جب پارٹی جو 30 اشخاص پر مشتمل تھی مزدلفہ سے واپس منیٰ پہنچی تو کھانے کا انتظام کرنا ہمارے ذمہ تھا۔ چنانچہ میں اپنی بیگم صاحبہ اور ہمشیرہ کے ہمراہ پارٹی کے پہنچنے سے پہلے جلد واپس آ گئے اور کھانے کا انتظام شروع کر دیا۔ ہمارے قریب والے خیمے میں غالباً ''ترکی'' کے حاجی تھے انہوں نے ہم تینوں کے لئے سالن اور روٹیاں ہمیں پہنچائیں جو بیگم صاحبہ نے محفوظ رکھ لیں۔ اور پارٹی کے لئے کھانے کے انتظام میں مشغول ہو گئیں۔ میں نے کھانے کی پلیٹیں وغیرہ خیمے میں سجا دیں۔ غیر متوقع طور پر اعلیٰ حضرتؒ اور پارٹی جلد ہی واپس پہنچ گئے۔ مجھے بلایا گیا اور مجھے حکم ہوا کہ کھانا لے آؤ۔

میں سخت پریشان ہوا۔ بیگم صاحبہ کو بتایا۔ ہم نے مشورہ کیا جو کھانا بھی موجود ہے وہ پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے سالن کا موجود ڈونگا اور روٹیاں ڈھانپ کر اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں رکھ دیں۔ اعلیٰ حضرتؒ نے اس ڈھکے ہوئے ڈونگے سے چمچے کے ساتھ ہر ایک کی پلیٹ میں سالن خود ڈالا اور اسی طرح ڈھکی ہوئی روٹیوں سے ایک ایک روٹی ہر ایک کو دی اور حکم دیا کہ کھائیں۔ چنانچہ سب اصحاب نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ مجھے حکم دیا کہ ان کو ڈھکے رکھنا اور بیبیوں

کو کھانے کے لئے دے دو۔ میں لے گیا تو میری بیوی نے مجھے بتایا کہ سالن اور روٹیاں کم وبیش اتنی ہی ہیں جتنی پہلے موجود تھیں۔ یہ اعلیٰ حضرتؒ کی خصوصی کرامت کا ظہور ہوا۔

دَرد دُور ہوا

نومبر 1953ء کے عرس شریف پر میں اپنے دائیں گھٹنے کی درد کی وجہ سے بڑی مشکل سے موہڑہ شریف پہنچا تھا۔ حاضری کے وقت دریافت فرمایا کہ یہ درد کتنے عرصہ سے ہے۔ عرض کیا کہ موسم سرما میں یہ اکثر ہو جاتا ہے ڈاکٹر کی دوائی سے عارضی افاقہ ہوتا ہے۔ اپنے سامنے بٹھا کر اپنا دستِ مبارک میرے گھٹنے پر رکھا اور فرمایا کہ اب یہ درد نہ ہوگا۔ آپ اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں پھر بعد میں بلاؤں گا۔ جب میں اٹھ کر کھڑا ہوا تو اس درد کا نام ونشان نہ تھا۔ **الحمد للّٰہ** اب 45 سال کا عرصہ گزر چکا ہے یہ دَرد دوبارہ نمودار نہیں ہوا۔

فیصلہ حق میں ہوا

1939ء تا 1945ء جنگ عظیم کے دوران گورنمنٹ آف انڈیا نے احکام جاری کر دیئے کہ سول محکموں میں اعلیٰ درجہ کی تمام آسامیوں پر عارضی تقرریاں ہوں گی اور اختتامِ جنگ کے بعد فوجی خدمات بجالانے والے افسران کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوگا۔ حالانکہ یہ سول افسران ہر سال آل انڈیا کے مقابلہ کے امتحانات کی بنیاد پر محدود آسامیوں پر لئے جاتے تھے اور فوجی افسران کا ایسا کوئی بھی امتحان نہیں ہوتا تھا۔ پاکستان بننے تک ان افسران کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی چند سال تک یہی حال قائم رہا۔ اس کے برعکس پاکستان میں سالانہ اعلیٰ امتحانات میں کامیاب ہونے والے تمام افسران کو مستقل بنیادوں پر مقرر کیا جاتا تھا۔ ملٹری اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ میں نئے مقرر کردہ افسران نے مندرجہ بالا افسران کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ کر دی۔ ایسے افسران کی تعداد راقم الحروف سمیت 9 تھی۔

چنانچہ ہم سب اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں موہڑہ شریف حاضر ہوئے۔ تمام حالات بیان کئے تو فرمایا کہ ہائی کورٹ میں پوری کامیابی نہ ہوگی۔ البتہ سپریم کوٹ میں آپ لوگوں کو مکمل کامیابی ہو جائے گی۔ یہ مقدمہ چھ سال تک جاری رہا۔ آخر کار سپریم کورٹ نے ہمارے حق میں فیصلہ صادر کر دیا اور ان تمام افسران کو مستقل کر دیا گیا۔ اعلیٰ حضرتؒ کی یہ کرامت تھی۔

قومی ترانہ منتخب ہوا

ابوالاثر حفیظ جالندھری صاحب مئی 1952ء میں اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں موہڑہ شریف حاضر ہوئے اور بیعتِ طریقت سے مشرف ہوئے۔ جون 1954ء کے عرس شریف کے موقع پر اعلیٰ حضرتؒ نے دربار شریف کی ایک

بڑی مجلس میں فرمایا کہ حفیظ! تمہارا نام ہمیشہ زندہ رہے گا اور آپ حافظ شیرازی سے بڑے شاعر قرار دیئے جائیں گے۔

جون 1954ء تک اگرچہ پاکستان کے قومی ترانہ کی دھنوں کو ترتیب دیا جا چکا تھا مگر قومی ترانہ موجود نہ تھا۔ تمام معروف شعراء کو دعوت دی جا چکی تھی کہ وہ اپنے اپنے ترتیب کردہ ترانے پیش کریں۔ چنانچہ اکثر شعراء نے ایسا کیا۔ اگست 1954ء میں مسٹر چھاگلا کی ترتیب شدہ دھنوں کے مطابق حفیظ جالندھری صاحب کے مرتب شدہ ترانہ کو قومی ترانہ کے طور پر منتخب کرلیا گیا اور پہلی بار 14 اگست 1954ء کو ریڈیو پاکستان سے یہ ترانہ نشر ہوا۔

ماہِ ستمبر میں راقم الحروف حفیظ صاحب سے ان کی کوٹھی ماڈل ٹاؤن لاہور ملاقات کے لئے گیا تاکہ ترانۂ پاکستان کی کامیابی پر انہیں مبارک باد پیش کروں۔ تو انہوں نے بڑی محبت سے اعلیٰ حضرتؒ کی عنایات کا ذکر کیا اور بتایا کہ مجھے اس ترانہ کے الفاظ کی مناسب ترتیب میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی کہ اعلیٰ حضرتؒ نے خواب میں میری رہنمائی فرمائی اور مجھے اس کا اسلوب اور الفاظ کی بندش سمجھائی اور حکم دیا کہ اٹھو اور تحریر کرو۔ چنانچہ یہ ترانہ انہی کی رہنمائی میں مرتب ہوا ہے اور یہ ان کا تصرف ہے۔ مزید برآں حکومت پاکستان نے مجھے مبلغ 5000 روپے کا انعام بھی دیا ہے۔

ہمارا قومی ترانہ بلاشبہ اقوامِ عالم کے ترانوں میں بے مثال ہے۔ انتہائی مختصر الفاظ میں وطن عزیز کی نغماتی تعریف ہے جس سے حب الوطنی کا جذبہ ابھرتا ہے اور اس کی بنیاد اسلامی نظریہ پر ہے۔

الحمد للہ کہ اعلیٰ حضرتؒ کے ایک خادم حفیظ جالندھری صاحب کا مرتب کردہ قومی ترانہ چار دانگ عالم میں گونج رہا ہے اور انشاءاللہ العزیز ہمیشہ کے لئے گونجتا رہے گا۔

انجن چلتا رہا

اعلیٰ حضرتؒ بمع اپنی جماعت 1958ء میں حج بیت اللہ شریف پر تشریف لے گئے۔ بحری جہاز میں کراچی سے روانہ ہوئے۔ عدن پہنچنے سے تقریباً چار سو میل دور جہاز کے تین انجن خراب ہو گئے۔ صرف ایک انجن آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ جہاز کا کپتان نہایت پریشان اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ ایک انجن جو آہستہ آہستہ چل رہا ہے نہایت خستہ حالت میں ہے اور کسی بھی وقت بند ہو سکتا ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ نے اپنی جماعت کے اصحاب جو قریباً 30 تھے ان کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ جہاز کے ڈیک (Deck) پر حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں اور ذکرِ الٰہی کریں۔ جہاز کے کپتان کو ہدایت کی کہ ایک چلنے والے انجن کو بالکل نہ چھیڑا جائے۔

چنانچہ جہاز چلتا رہا اور خیریت سے عدن پہنچ گیا۔ عدن میں موجود جہاز کے انجینئروں نے بتایا کہ ان کا اندازہ ہے کہ جہاز کے تینوں انجن تقریباً 12 گھنٹوں سے بند ہو گئے تھے اور جہاز کا عدن پہنچنا ایک عجوبہ تھا۔

زنجیریں ٹوٹ گئیں

نواب دربند اعلیٰ حضرتؒ کے مرید تھے۔ ان کے باہمی خاندانی تنازعات تھے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرتؒ کو دربند تشریف لانے کی دعوت دی۔ راستے میں موجود تیز رَو دریا کو بذریعہ کشتی عبور کرنا پڑتا تھا۔ اس دریا میں ایک خطرناک بھنور تھا جسے ''یار وچھوڑ ابھنور'' کہا جاتا تھا کیونکہ جو کشتی بھی اس بھنور میں پہنچ جاتی وہ غرقاب ہو جاتی۔ اس طرح کئی جانیں اس بھنور میں غرق اور تلف ہو چکی تھیں۔ نواب صاحب کے مخالفین نے کشتی والوں سے سازش کی کہ جس کشتی میں اعلیٰ حضرت سوار تھے اس کی لوہے کی زنجیروں کو کنٹرول کر کے بھنور میں پہنچا دیں۔ اسی اثنا میں کشتی میں پانی بھرنا شروع ہو گیا۔ اعلیٰ حضرتؒ نے اس سازش کو محسوس کیا اور فوراً کھڑے ہو کر کشتی والوں کو حکم دیا کہ وہ کشتی کی زنجیریں کاٹ دیں۔ ایک بار کہا، پھر دوسری بار کہا، مگر وہ ان کے کاٹنے پر تیار نہ ہوئے۔ تیسری بار اعلیٰ حضرتؒ نے زور سے کہا تو فوری طور پر وہ زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں اور کشتی ہوا میں اچھلی اور بھرے ہوئے پانی سے خالی ہو گئی اور بھنور سے محفوظ دوسرے کنارے پر پہنچ گئی۔ نواب صاحب نے اس شکرانے میں اپنی ریاست کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور 100 **بھینسے** (سنڈھے) بطور صدقہ ذبح کئے۔

حسرت ناک انجام

اعلیٰ حضرتؒ جب یاغستان میں اپنی اسلامی حکومت ''نصرت الاسلام'' کا انتظام مکمل کر رہے تھے تو گورنر پشاور مسٹر پیئر زان سے مخالفت کرنے لگا اور نتھیا گلی میں اپنی کوٹھی پر اصرار کرنے لگا کہ آپ یہ حکومت چھوڑ دیں۔ مگر جب حضور پیر صاحبؒ نے انکار کیا تو وہ غضب ناک ہو گیا اور کھڑے ہو کر زمین پر زور سے پاؤں مارا اور کہا کہ ''انگریزی حکومت کی بڑی طاقت ہے اور اگر چاہے تو تمام اسلامی طاقت کو تباہ کر دے اور موہڑہ شریف کی تو حیثیت ہی کیا ہے۔ موہڑہ شریف کو اور آپ کی جماعت کو تو ہم ایک دن میں نابود کر سکتے ہیں۔ آپ کی کوئی تدبیر نہیں چلے گی۔ جو کچھ مرضی ہو کر لیں۔ بہت جلد آپ کو پتہ چل جائے گا۔''

اعلیٰ حضرتؒ اس کی یہ درشت کلامی سن کر غصے کی حالت میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بعد ازاں گورنر اور لیڈی صاحبہ سیر کے لئے چار بجے کے قریب اپنی کوٹھی سے روانہ ہوئے۔ آگے پیچھے حفاظتی پولیس تھی درمیان میں لاٹ صاحب اور لیڈی صاحبہ چل رہے تھے۔ چلتے چلتے راستے کے کنارے پر ایک جھاڑی کی ٹہنی پر ایک خوبصورت پھول نظر آیا۔ لیڈی صاحبہ کو وہ پسند آیا اور اس کی تعریف کی۔ لاٹ صاحب نے اس پھول کو توڑنے کی کوشش کی اور پھول توڑنے کے لئے آگے جھکے۔ اُسی لمحے ان کا ایک کتا دوڑتا ہوا آیا اور لاٹ صاحب سے ٹکرایا۔ لاٹ صاحب پھسل

گئے۔ بھاری بھر کم جسم تھا، سنبھل نہ سکے اور راستہ کے کنارے سے پانچ چھ فٹ نیچے سر کے بل ایک پتھر پر گرے اور گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہیں سے ایک بڑا پتھر اپنی جگہ سے اُکھڑا اور لاٹ صاحب کی لاش کے ساتھ ہی لڑھکتا ہوا کئی سو فٹ نیچے جا گرا۔ لاٹ صاحب کی لاش قیمہ قیمہ ہوگئی۔ علاقے کے چند گجروں کو رسیوں کے ذریعے نیچے اُتارا جو اس کی لاش کے ٹکڑوں کو بوری میں ڈال کر اوپر لائے۔ اللہ کی شان کہ چند ساعات پہلے وہ غرور و تکبر کے نشہ میں چُور تھا اور اس کا کیسا حسرتناک انجام ہوا۔ مفصل واقعہ سوانح حیات میں درج ہے۔

حراست میں نہ لے سکے

1935ء میں لاہور میں مسجد شہید گنج کا جھگڑا پیدا ہوا۔ جس میں ہندو، سکھ اور مسلمان پورے جوش سے شریک تھے۔ اعلیٰ حضرتؒ کی ترک شدہ ریاست نندھاڑ کے لوگوں نے انگریزی حکومت پر حملہ کر دیا۔ ان کے پاس تمام اسلحہ بھی اعلیٰ حضرتؒ کے زمانے کا ہی تھا۔ انگریزوں کو شروع میں کافی ہزیمت ہوئی۔ جنرل وِگرم جوان دنوں ناردرن کمانڈ کے جنرل کمانڈر تھے۔ انہوں نے پہلے اعلیٰ حضرتؒ سے معاملہ طے کیا کہ اپنے اثر و رسوخ سے یہ جنگ بند کروا دیں۔ جب یہ جنگ بند ہوگئی تو فوجی خفیہ پولیس (Military Intelligence) نے اس جنگ کی ساری ذمہ داری اعلیٰ حضرتؒ پر ڈال دی۔ حالانکہ ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ جنرل وگرم نے پروگرام تیار کیا کہ اعلیٰ حضرتؒ کو گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرتؒ کی طرف سے قاضی فضل الرحمٰن صاحب نے جنرل آفسر سے ملاقات بھی کی اور پوزیشن واضح کی۔ مگر جنرل وگرم نے اور گورنر پنجاب ایمرسن نے یہی فیصلہ کیا کہ اعلیٰ حضرتؒ کو فوجی طاقت سے اگلے روز حراست میں لے لیا جائے۔

اگلے روز سارا دن انتظار رہا مگر کوئی کارروائی نہ ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اُسی رات جنرل وگرم اپنے بستر سے غائب ہو گئے۔ حالانکہ رات بھر گورے لوگوں کا پہرہ بھی موجود تھا اور اُنکی حفاظت کے سارے انتظامات بھی حسبِ معمول درست تھے۔ اگلے روز بسیار تلاش کے باوجود ان کی گم شدگی کا کوئی سراغ نہ لگا۔ آفسر لوگوں نے یہ سارا معاملہ پوشیدہ رکھا۔ کافی عرصہ کے بعد سنا گیا تھا کہ جنرل وگرم سے حکومت کا ناانصافی کا معاملہ ہوا تھا اور وہ رنجیدہ ہو کر فوراً راولپنڈی سے چلے گئے۔ **واللہ اعلم بالصواب**۔ چنانچہ اعلیٰ حضرتؒ کو حراست میں لینے کا معاملہ ختم ہو گیا۔ مفصل واقعہ سوانح حیات میں درج ہے۔

موہڑہ شریف جاؤ

جناب حاجی محمد سرفراز خان صاحب کا بیان ہے کہ وہ کئی سال سے مرشدِ کامل کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ آخر کار وہ اپنی کوششوں سے مایوس ہوئے اور 1949ء میں وہ حج پر چلے گئے اور یہی تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحیح رہبر

عطا فرمائے۔ جب ریاض الجنۃ میں پہنچے تو وہاں رو کر عرض کی کہ اے باری تعالیٰ تیرا کونسا راستہ ہے جس پر تیری رضا حاصل ہوسکتی ہے۔ میرے دل میں تڑپ ہے لیکن جسے میں رہبر سمجھتا ہوں وہی مجھے رہزن دکھائی دیتا ہے۔ وہاں روتے روتے میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے سامنے دیوار پر لکھا دیکھا ''پیر **نظیر احمد** کے پاس موہڑہ شریف جاؤ''۔ تین دن تک میں یہی درخواست کرتا رہا اور مجھے یہی حکم دکھائی دیتا رہا۔ چنانچہ میں وہاں سے واپس پاکستان آ گیا۔ میری ان دنوں ملازمت بطور ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل کراچی میں تھی۔ میں نے استعفٰی دیا اور موہڑہ شریف حاضر ہو گیا۔ اعلیٰ حضرتؒ کی قدم بوسی کی۔ اعلیٰ حضرتؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوا۔ **الحمد لِله علی ذٰلک** اللہ تعالیٰ نے نسبت رسولﷺ کے طفیل میرا سینہ منور کر دیا۔

بطرازِ عزم

حاجی صاحب کا مزید بیان ہے کہ میں تقریباً دس ماہ موہڑہ شریف میں اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس حاضری کے اوائل میں ہی ایک رات سحری کے وقت جب میں اپنے کمرے میں بیٹھا وظیفہ پڑھ رہا تھا کہ ایک بلند قامت ہستی نمودار ہوئی جس نے خلعتِ فاخرہ پہنی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا وہ ہستی اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ کی ہستی تھی۔ اس وقت آواز آئی ''**بطرازِ عزم**''۔ میں عربی تو نہ سمجھ سکا مگر یہ الفاظ میرے ذہن میں جم گئے۔ مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ ہستی مجھے ایک جلوہ دکھا کر رخصت ہوگئی۔ مجھ پر نیم بے ہوشی طاری تھی اور میں وہیں بیٹھا رہا۔ وقت گزرنے کا احساس جاتا رہا۔ حسبِ معمول اشراق کی نماز کے بعد جب اعلیٰ حضرتؒ دربار شریف میں تشریف لائے تو مجھے بلایا گیا کیونکہ میں وہاں حاضر نہ تھا۔ ایک صوفی صاحب نے آ کر مجھے ہلایا اور کہا حضورؒ تشریف فرما ہیں اور آپ کو بلایا ہے۔ میں وہاں سے اُٹھا اور دربار شریف کی دہلیز کے باہر بیٹھ گیا۔ کیونکہ مجھے آگے بڑھنے کی ہمت نہ پڑی۔ پھر بلوایا گیا تو میں کوشش کر کے دہلیز کے اندر داخل ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور پیر صاحبؒ نے مجھے آگے آنے کے لئے کہا۔ چنانچہ میں دو تین مرحلوں میں اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے جو مجھ پر گزری تھی بیان کر دیا اور ''بطرازِ عزم'' کے الفاظ کو دہرایا۔ اعلیٰ حضرتؒ کے دائیں جانب قصیدہ غوثیہ کی ایک پرانی کتاب پڑی تھی۔ انہوں نے قصیدہ شریف کے اس شعر

كَسَانِىْ خِلْعَةً بِطَرَازِ عَزْمٍ
وَتَوَّجَنِىْ بِتِيْجَانِ الْكَمَالِ

کی طرف اشارہ کر کے وہ کتاب میرے سامنے رکھ دی اور پھر مسکرا کر اسے اُٹھایا اور پہلی جگہ پر رکھ دی۔ ان کے

مسکرانے کا خاموش اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت غوث الاعظمؒ کو خلعتِ قیومیت عطا کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اسی خلعتِ قیومیت سے اعلیٰ حضرتؒ کو بھی نوازا ہے۔

ولیوں کا بادشاہ

پیر احسن الدین صاحب نے عرس شریف کی مجلس کبریٰ میں اپنا واقعہ سنایا کہ مجھے مرشدِ کامل کی تلاش تھی اور میں کئی بزرگوں سے ملتا رہتا تھا لیکن عقدہ حل نہ ہوتا تھا۔ جب میں ضلع حصار (پنجاب) میں ڈپٹی کمشنر تھا تو ایک مجذوب کے پاس گیا۔ اس نے مجھے کہا کہ بھائی تم جگہ جگہ نہ پھرو، اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ جب تمہاری عمر 42 سال کی ہوگی تو تمہاری ملاقات ایک ایسی ہستی سے ہوگی جو ولیوں کی بادشاہ ہوگی اور اس کا ثبوت یہ ہوگا کہ جب تم اس سے ملو گے تو تمہیں رسول اللہﷺ اور صحابہ کرام کا بھی دیدار ہوگا۔

چنانچہ میں منتظر رہا۔ کئی سال بیت گئے جب میں کمشنر بن کر ڈھاکہ پہنچا تو وہاں ایک روز ایک دعوت میں جناب حاجی محمد سرفراز خان صاحب جو اُن دنوں ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل ڈھاکہ تھے ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا۔ تو انہوں نے اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد**ؒ صاحب سرکار موہڑوی کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ جب میں اعلیٰ حضرتؒ کی خدمت میں موہڑہ شریف حاضر ہوا تو انہوں نے بہت شفقت فرمائی۔ اپنے ارشادات بیان کرنے شروع کئے تو مجھ پر نیم بے ہوشی سی طاری ہوگئی اور مجھے رسول اللہﷺ اور صحابہ کرام کا دیدار ہوا۔ اعلیٰ حضرتؒ نے تھوڑی دیر کے بعد مجھے حکم دیا کہ میں ساتھ والے کمرے میں آرام کروں۔ وہاں جا کر میں نے اپنی گذشتہ زندگی پر نگاہ ڈالی اور اپنی عمر کا حساب لگایا تو وہ پورے 42 سال تھی۔ چنانچہ اُس مجذوب کے بیان کے مطابق حضورﷺ اور صحابہ کرام کا بھی دیدار ہوا۔ **الحمد لله** کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنا کرم فرمایا کہ میرے مقصود تک مجھے پہنچا دیا۔

خدا کے ملازم

جناب حاجی محمد سرفراز خاں صاحب تقریباً دس ماہ موہڑہ شریف میں قیام کے دوران روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچے۔ پیر ملتانی پیر خادم حسین کے مشورے کے مطابق اعلیٰ حضرتؒ نے فیصلہ فرمایا کہ حاجی صاحب کو کراچی میں انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی خدمت کے لئے مقرر کیا جائے۔ اتفاق سے اگلے روز ہی حاجی صاحب کے دو دیرینہ دوست جو خود اعلیٰ افسران تھے وہ بھی موہڑہ شریف پہنچ گئے اور بیان کیا کہ ہم انہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں آئے ہیں اور انہیں اپنے ساتھ کراچی لے جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرتؒ نے حاجی صاحب کو اپنی پہلی ملازمت پر واپس جانے کی

اجازت فرمادی۔ حاجی صاحب نے اپنی سروس سے استعفٰے کا ذکر کیا۔ تو اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا حکومت خواجہ نظام الدین کی نہیں ہے (اُن دنوں خواجہ نظام الدین صاحب گورنر جنرل پاکستان تھے) بلکہ حکوت خدا کی ہے۔ آپ خواجہ نظام الدین کے ملازم نہیں ہیں بلکہ آپ خدا کے ملازم ہیں۔ آپ کراچی جائیں۔ سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ حاجی صاحب نے مزید عرض کیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ جو کچھ میں نے یہاں رہ کر حاصل کیا ہے اس میں کسی طرح کی کمی آئے۔ اس پر اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا کہ اس میں کمی نہیں آئے گی بلکہ اس میں بفضلہٖ تعالیٰ زیادتی پیدا ہوگی۔

چنانچہ حاجی صاحب ان دونوں دوستوں کے ساتھ کراچی روانہ ہوگئے اور اپنی پرانی ملازمت (ڈپٹی اکاونٹنٹ جنرل) کا چارج سنبھال لیا اور ان کی دس ماہ کی غیر حاضری کو حکومت کی خصوصی اجازت سے رخصت میں تبدیل کر دیا گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی انتظام تھا کہ حاجی صاحب کو کراچی میں مقرر کیا گیا۔ وہاں انھوں نے اپنی پہلی فرصت میں اورادِ نظیریہ شریف کی ہفتہ وار مجلس کا انتظام کیا۔ جس میں عموماً انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب شامل ہوتے اور مسائلِ طریقت سے مستفیض ہوتے۔ انہیں میں سے سول اور ملٹری کے کئی افسران سلسلۂ نسبت رسولیﷺ میں منسلک ہوئے۔ راقم الحروف ان میں سے ایک ہے۔

جناب حاجی صاحب کراچی میں تقریباً ایک سال قیام کے بعد ڈھاکہ تبدیلی پر چلے گئے تو ان کے طفیل مشرقی پاکستان کے کم وبیش تمام وزراء اور سینئر سول اور ملٹری آفسرز موہڑہ شریف حاضر ہوتے رہے۔ ڈھاکہ کے بعد جب ان کی لاہور تبدیلی ہوگئی تو ان کی کوششوں سے لاہور میں سلسلہ طریقت نسبت رسولیﷺ نہایت کامیاب طریقے سے جاری ہوا اور ان کے وصال کے بعد وہی سلسلہ مزید ترقی پر رواں دواں ہے۔

غوث المعظمؒ کی چند عقلی کرامات

بیسویں صدی اور مسلمان

ہندوستان میں 1857ء کے بعد جب مغلیہ سلطنت کا چراغ گل ہوگیا اور انگریز کی حکومت قائم ہوگئی تو مسلمانوں پر اِدبار اور غلامی کا شدید دور شروع ہوا۔ انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرلیا اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا پروگرام شروع کر دیا۔ انگریز سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کے درمیان محکم ترین رابطہ دین کا رابطہ ہے۔

ان کی ساری طاقت ان کی دینی عصبیت پر مبنی ہے۔اس لئے اس نے اپنی ساری توجہ دین اِسلام کے جاں نثاروں کو ختم کرنے اور ان میں انتشار پیدا کرنے میں صرف کردی۔ چند اقدامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

فتنۂ عیسائیت حکومت کی سرپرستی میں (Ecclesiastical) ڈیپارٹمنٹ کے ماتحت بے شمار عیسائی مشنریز کام کرتے تھے۔ وہ ملک کے مختلف علاقوں میں باقاعدہ بڑے بڑے تبلیغی کیمپ لگاتے اور لوگوں کو عیسائیت کی دعوت دیتے اور انہیں مختلف چکمے دیکر عیسائی بناتے۔مختلف علاقوں میں مشنری سکول، کالج اور ہسپتال بھی قائم کرتے اور عیسائیت کو فروغ دیتے۔ اسلام کی تنقیص کرتے اور نبی پاک ﷺ سے انکار کرتے۔اور دین اِسلام کے متعلق شکوک وشبہات پھیلاتے۔

فتنۂ شدھی ہندوؤں نے عیسائی مشن کی کاروائیوں کو دیکھ کر کئی تنظیمیں قائم کرلیں جو مسلمانوں کو اس بناپر ہندو بنانے میں مشغول تھیں کہ ان کے آباؤاجداد اصل میں ہندو تھے اور وہ دھوکے میں آکر مسلمان ہوگئے تھے۔ بالخصوص آریہ تحریک نے ادھم مچادیا تھا اور انہوں نے ملک بھر میں ''گوروکل'' کی تنظیمیں قائم کرلیں۔ وہ ان مراکز میں بڑے جوش وخروش سے مسلمانوں سے مناظرے اور مباحثے کرتے۔ان کے لیڈر سوامی دیانند نے تو یہاں تک اعلان کردیا تھا ''وہ دن دور نہیں جب ہمارا جھنڈا مکہ اور مدینہ پر لہرائے گا۔''اس فتنے کا مقصد سرورِ کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی اور اسلام کی مخالفت تھا۔حکومت کی بھی انہیں اشیرباد حاصل تھی۔

فتنۂ انکارِ حدیث مغرب زدہ علماء نے یورپین مستشرقین (جو عموماً یہودی اور عیسائی تھے اور اسلام کے خلاف گہری سازش کا حصہ تھے) کے زیرِ اثر یہ تحریک جاری کی کہ فقہ، حدیث اور تصوف کا اسلام میں کوئی مستند مقام نہیں ہے لہٰذا صرف قرآن حکیم کو ہی بنیادی ہدایت نامہ کہتے اور قرآنِ حکیم کے متعلق بھی غلط تاویلات شائع کرتے۔ نبی پاک ﷺ کو قرآن حکیم انسانیت کے سامنے پیش کرنے کا محض ایک ذریعہ (Medium) سمجھتے۔ جیسے ایک ڈاکیہ مراسلہ دے کر رخصت ہوجاتا ہے۔

فتنۂ قادیانیت انگریز حکومت کی سرپرستی میں غلام احمد قادیانی نے 1901ء میں اپنی نبوت کا دعویٰ کیا جسے کافی فروغ حاصل ہوا۔ مسلمانوں کے ساتھ مناظروں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ قادیانی حضور سرورکائنات ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کرتے۔اسلامی حکم جہاد کو منسوخ سمجھتے۔

فتنۂ فرقہ بندی عیسائیت اور یہودیت میں بنیادی عقائد میں بھی تفرقے ہیں، مگر اسلام میں بنیادی عقائد کو تو سبھی یکساں تسلیم کرتے ہیں مگر فروعی باتوں کی بنا پر فرقہ بندیاں شروع ہوگئیں جو مسلمانوں کا قومی المیہ ہے۔ مختلف مولوی صاحبان نے ان فروعی اختلافات کو ایسی ہوا دی کہ امت کا شیرازہ بکھر گیا۔ باہمی کفر، بدعت اور شرک کے فتوؤں میں ایک دوسرے کو ملوث کرنے لگے اور بسا اوقات نوبت دنگا فساد تک پہنچ جاتی۔ قتل و غارت ہوتا اور باہمی مخالفت سے شدت پیدا ہو جاتی۔

انگریزی مدارس کا رواج 1857ء سے قبل مغلیہ حکومت کے زمانے میں مساجد میں مکاتب قائم تھے۔ جن میں مسلمان اور ہندو اکٹھے تعلیم حاصل کرتے تھے اور دونوں مساجد کا تقدس بھی قائم رکھتے تھے۔ لہذا معاشرے میں باہمی اتفاق بھی تھا اور تعلیمی معیار بھی کم و بیش سو فیصدی تھا۔ انگریز نے ان تمام مکاتب کو یک قلم ختم کر دیا اور بیرونِ آبادی کچھ فاصلے پر سکول تعمیر کئے تا کہ مسجد کا تقدس بھی ختم ہو جائے۔ ان میں غیر دینی باتوں کی تعلیم دی جاتی بلکہ بچوں میں دینی عقائد کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے جاتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان سکولوں سے فارغ شدہ اکثر نوجوان دین اِسلام سے بے بہرہ رہتے بلکہ مخالفِ دین باتیں کرتے۔ البتہ ایسے نوجوان محفوظ رہتے جن کے لئے والدین نجی طور پر دینی تعلیم کا انتظام رکھتے۔

حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی سازش 1925ء کے بعد ہندوؤں کی شدھی اور سنگھٹن تحریک زوروں پر تھی جب ایک سوچی سمجھی سازش کے ماتحت ہندو جگہ جگہ حضور سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کر رہے تھے تا کہ وہ اس طرح مسلمانوں کو حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے بدظن کریں اور اسلام کی بنیادوں کو کمزور کر سکیں۔ مگر حضور ﷺ کے ہر امتی کے دل میں حضور ﷺ کی محبت کی جو چنگاری موجود ہے وہ ایسے موقع پر شعلہ بن کر اٹھتی اور شاتمانِ رسول پاک ﷺ اس میں بھسم ہوتے رہے۔ چنانچہ راجپال نے لاہور میں ایک کتاب رنگیلا رسول لکھی۔ اس ملعون کو غازی علم الدین شہید نے جہنم واصل کر دیا۔ پھر حیدر آباد سندھ کے ایک ہندو نتھو رام ملعون نے یہی حرکت کی جسے غازی عبد القیوم ہزاروی نے کراچی کی عدالت میں کیفر کردار تک پہنچایا۔ یہ غازی اعلیٰ حضرتؒ کی بیعت شدہ تھے۔ گڑگانواں کے ایک ہندو ڈاکٹر رام گوپال نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی اسے غازی مرید حسین نے واصل جہنم کیا۔ غازی میاں محمدؒ شہید نے مدراس میں ایک فوجی ہندو کو جس نے آپ کی موجودگی میں جناب سرورِ کائنات ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی واصلِ جہنم کیا۔ یہ مئی 1937ء کا واقعہ ہے۔

یہ چند واقعات اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ اگرچہ مسلمانوں کی مجموعی سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالت نہایت دگرگوں ہو چکی تھی پھر بھی مسلمانوں کے دل میں حضور پاکﷺ کی محبت اور جذبۂ جہاد اور شہادت کا شوق موجود تھا۔ لہٰذا دشمنانِ اسلام شکوک وشبہات پیدا کر کے مسلمانوں کے دلوں سے حضور پاکﷺ کی محبت کو معدوم کرنے کی تگ ودو میں رہتے تھے۔

ترقی پسند تحریک 1918ء کے روسی انقلاب کی وجہ سے اشتراکیت کا غلبہ ہو گیا اور اسی کے زیر اثر 1930ء کے بعد ہندوستان میں ترقی پسند تحریک کا اجرا زور وشور سے شروع ہو گیا۔ اپنے ملحدانہ فلسفے کی بنا پر اسلام اور تصوف کے خلاف پروپیگنڈا شروع ہو گیا۔ جس سے نوجوان طبقہ بہت متاثر ہونے لگا اور دین اسلام کے خلاف تحریک میں شامل ہونے لگے۔

چنانچہ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں اور بیسویں صدی میں ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ اسلامی شریعت وطریقت وروحانیت کے لئے گوناگوں مشکلات پیدا ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّ لْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ﴿الحجر:9﴾

''ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی یقیناً اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''

چنانچہ مالک الملک نے بیسویں صدی عیسوی میں ایسی ہستیاں پیدا کیں جو قوم کی رہنمائی کرتی رہیں۔ ان میں سے غوث الامت حضرت پیر **محمد قاسم** ؒ اور غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر **نظیر احمد** سرکارِ موہڑویؒ کے اسمائے گرامی بہت نمایاں ہیں۔

ابوداؤد میں حدیث پاک ہے:

عن ابی هريرة قال رسول اللهﷺ : اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایسے شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کریں گے۔''

"مَنْ" کا لفظ عربی زبان میں واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس **"مَنْ"** سے مراد ایک شخص بھی ہوسکتا ہے۔ بہت سے اشخاص بھی ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث میں **" رَأسِ کُلِّ مِائَۃ سَنَۃٍ "** سے مراد ایک صدی کا سرا یعنی آخری حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہستی علومِ ظاہری و باطنی کی جید عالم ہوگی۔ جو آئندہ صدی میں نبی کریمﷺ کی سنتِ پاک کو زندہ کرے گی اور بدعتوں کو ختم کرنے میں سرگرم ہوگی۔

" رَأسِ کُلِّ مِائَۃ سَنَۃٍ" کی مزید تشریح کے لئے امتِ مسلمہ کی ان عظیم اور معروف ترین شخصیتوں کے سنِ پیدائش و سنِ وصال پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کے مجدد ہونے کو تمام عالمِ اسلام تسلیم کرتا ہے:

		ولادت	وصال
1۔	سید علی بن عثمان ہجویریؒ المروف بہ داتا گنج بخشؒ	400ھ	485ھ
2۔	حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانیؒ	471ھ	562ھ
3۔	حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانیؒ	971ھ	1034ھ

اسی ضمن میں سرکارِ موہڑویؒ کے ولادت اور وصال کے سنین بھی درج ذیل ہیں۔

غوث المعظم اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ المعروف بہ سرکار موہڑویؒ	1297ھ (1880ء)	1380ھ (1960ء)

احیائے طریقت نسبت رسولﷺ

اعلیٰ حضرتؒ کی تاریخ ولادت (1297ھ) اور وصال (1380ھ) سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام تھا کہ ان سے چودھویں صدی ہجری (بیسویں صدی عیسوی) میں احیائے طریقت نسبت رسولﷺ کا کام لیا گیا۔

حضرت غوث المعظمؒ کی ساری زندگی غیر معمولی تھی۔ چنانچہ ان کے سوانح حیات اور ان کی تعلیمات (بصورتِ ملفوظات، مکتوبات، خطبات) جو کتاب ہذا میں درج ہیں ان کا مرکزی محور احیائے طریقت نسبت رسولﷺ ہے۔

عصرِ حاضر میں کفرو باطل کی تمام قوتیں جمع ہو کر مسلمانوں کو مٹانے پر تل گئی ہیں۔ تاہم ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہلِ اسلام کے عالمی وقار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ 55 آزاد اسلامی ریاستیں قائم ہو چکی ہیں۔ کوئی قوم خواہ کتنی زیادہ تعداد میں موجود ہو خواہ کتنی ہی قوت عزم و جوش اور ولولۂ جہاد رکھتی ہو وہ جب تک متحد نہ ہو جائے اس کا مرکز ایک نہ ہو جائے اس کا وجود و عدم دونوں برابر ہیں اور وہ خطرے میں پڑی رہتی ہے۔ رسمی طور پر مسلمانوں کا خدا ایک، کتاب ایک، کعبہ ایک اور خدا کا آخری رسولﷺ ایک ہے اور ان کی تعداد بھی 150 کروڑ کے قریب ہے اور ان کے مجموعی وسائل بھی بے شمار ہیں مگر سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان میں شدید فروعی اختلافات ہیں۔ لہٰذا اشد ضرورت ہے کہ عالمِ اسلام کی تمام طاقتیں ان فروعی اختلافات سے قطع نظر کر کے صرف بنیادی دینی اصولوں پر توجہ مرکوز کریں اور باہمی اتحاد کو مضبوط بنائیں تاکہ ان کی ایمانی قوت بیدار ہو اور وہ موجودہ زبوں حالی سے محفوظ ہو جائیں۔ امتِ مسلمہ کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنے اور ان کے آپس کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے نسبت رسولﷺ کی تبلیغ جاری کرنے سے بڑھ کر کوئی اَور ایسا موثر ذریعہ نہیں ہوسکتا جس سے فروعی اختلافات سے قطع نظر صرف اصولوں پر زور دیا جاسکے اور اُمتِ مسلمہ میں اتحاد اور یگانگت پیدا کی جاسکے۔ تاکہ آئندہ (اکیسویں صدی عیسوی میں) اسلام کی مخالف قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آج بھی قائم ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿آل عمران: 139﴾

''اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی
غالب رہو گے''

ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب اولادِ آدم اسلام کی بدولت ایک نئی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کرے گی۔

اعلیٰ حضرتؒ نے سلسلۂ رشد و ہدایت جاری کیا تو اس میں اپنی ذات کو مرکز نہیں بنایا بلکہ محمد رسولﷺ کی ذات والاصفات پر تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش فرمائی۔ خدا کو تو غیر مسلم بھی مانتے ہیں مگر مسلمانوں کی امتیازی صفت نبی اکرمﷺ کی ذات پر ایمان لانا ہے اور یہی چیز ان کی یک جہتی اور اتحاد کی بنیاد ہوسکتی ہے۔

اعلیٰ حضرتؒ نے اپنے مواعظ حسنہ میں اسلام کے صرف اصولوں کی تبلیغ کی اور حکومت و سیاست کے معاملات میں قطعاً اپنے آپ کو نہیں الجھایا۔ یہی سبب ہے کہ آپ نے لاکھوں انسانوں کے دلوں پر مکمل حکمرانی کی اور ایسی حکمرانی کی کہ اعیانِ سلطنت کو بھی رشک آتا ہے۔

دلوں پر حکومت

دلوں پر حکومت دلوں کو موہ لینے سے قائم ہوتی ہے۔ دل کو موہ لینا ہزار عبادتوں کی ایک عبادت ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

اعلیٰ حضرت غوث المعظمؒ نے لکھوکھہا مسلمانوں کے قلوب کو زندہ کیا اور قربِ خدا کی نعمت سے سرفراز کیا۔ بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ ان کے تربیت یافتہ غلام اندرون و بیرون پاکستان موجود ہیں۔ جن کا سلسلہ تادیر قائم رہے گا۔ **انشاءاللہ**

مجالسِ قرآن خوانی

اعلیٰ حضرتؒ کی سالانہ قرآن خوانی کی مجالس ہر سال 23 جولائی کو موہڑہ شریف میں منعقد ہوتی ہیں۔ ہر سال بیس ہزار سے پچیس ہزار قرآن حکیم ختم ہوتے ہیں اور ان کی تعداد ہر سال بڑھ رہی ہے۔ اندازہ ہے کہ ان مجالس میں 1997ء تک پانچ لاکھ سے زیادہ قرآن حکیم ختم ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

کتاب ہذا

راقم الحروف کا خیال ہے کہ کتاب ہذا جو اعلیٰ حضرتؒ کی سوانح حیات اور تعلیمات پر مشتمل ہے یہ بھی آپ کی زندۂ جاوید کرامت ہے۔ یہ کتاب اگرچہ آپؒ کے وصال کے 38 سال بعد شائع ہو رہی ہے لیکن اس میں جو قیمتی نکات و معلومات ہیں ان سے سالکین عرصہ دراز تک استفادہ کرتے رہیں گے۔ انشاءاللہ۔ البتہ ضرورت ہے کہ اس کتاب میں ڈوب کر اور اپنے قلب کو تمام فاسد خیالات اور بدعقیدگی سے پاک کر کے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ یہ کتاب بار بار پڑھنے اور سمجھنے کا تقاضا کرتی ہے۔

اورادِ نظیریہ

جیسا کہ سوانح حیات غوث المعظمؒ (حصہ اوّل) میں تفصیلات درج ہیں۔

اعلیٰ حضرتؒ نے رمضان شریف میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے اوراد شریف ایک خاص ترتیب سے جمع کئے اور ان کے پڑھنے کے اعداد (ایک فرد اور مزید افراد کے مجموعہ کے مطابق) ایک خاص طریقے سے مقرر

کئے تا کہ وہ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر پڑھے جا سکیں۔ چنانچہ یہ اورادِ نظیریہ موہڑہ شریف کے تمام عرائس کی مجالسِ کبریٰ میں حضرت پیر ہارون الرشیدؒ صاحب باقاعدگی سے خود پڑھاتے ہیں اور یہی دستور دیگر ہفتہ وار مجالس موہڑہ شریف اور اسلام آباد میں جاری ہے۔ خلفاء صاحبان اور عقیدتمندان اپنی اپنی مجالس میں اسی دستور کو اپنائے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز اورادِ نظیریہ شریف کے پڑھنے کا یہی دستور طریقت نسبت رسولی ﷺ کی تمام مجالس میں تا قیامت جاری رہے گا۔ ایسی نورانی مجالس میں حاضری اور دعا قبول ہوتی ہے اور تمام حاجات اور تکلیفات کا مداوا ہوتا ہے اور صحیح تعلق والا شخص خواہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں اسے ان کا فائدہ پہنچتا ہے۔

حیات ہارونی

غوث الزماں اعلیٰ حضرت پیر ہارون الرشید صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ موہڑہ شریف غوث المعظم سرکارِ موہڑویؒ کی زندہ اور پائندہ کرامت ہیں۔ ماشاءاللہ وہ خود بھی صاحبِ کرامت ہستی ہیں۔ انہوں نے غوث المعظمؒ کے مشن کو احسن طریقے سے جاری رکھا ہے بلکہ اس میں کافی توسیع کی ہے اور روز بروز بفضلہٖ تعالیٰ اضافہ ہو رہا ہے۔ **الحمد لله علی ذالک** یہ سلسلۂ طریقت نسبت رسولی ﷺ بیرونی ممالک میں بھی سرعت سے پھیل رہا ہے۔ برطانیہ میں تو کئی سنٹر قائم ہو چکے ہیں۔ مزید ممالک میں وسعت دینے کا پروگرام زیرِ غور ہے۔

☆

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَّجْهِکَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا يُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقَّهٗ
بَعْد از خدا بزرگ توئی قِصّه مُخْتَصَرْ

(شاہ عبدالعزیز دہلویؒ)